عابد
خطبات
57
خطبۂ جمعۃ المبارک
عنوان:
ننھے اسلاف
خطبہ رائٹر
ابوضیاء تنزیل عابد
مدرس: جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بوریوالا
شعبہ تبلیغ
جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بوریوالا

اہم عناصر:

❁ ہمارے چند ننھے اسلاف
❁ ہمارے بچے ان جیسے کیسے بن سکتے ہیں۔۔۔؟

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ [العنكبوت:69]

ذی وقار سامعین!

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی اور رسول بھیجے جو اس قوم کو اللہ کا پیغام سناتے رہے، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ساتھی اور حواری عطاء فرمائے، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی کو بھی ایسے عظیم صحابہ کرام عطا فرمائے جنہوں نے دین حق کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا۔ وہ عظیم لوگ اس لئے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے چنا تھا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ۔

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں دیکھا، تو محمد ﷺ کا دل سب سے بہتر پایا، اسی لئے انہیں اپنے لئے چن لیا اور اپنا پیغام دے کر بھیجا، پھر محمد ﷺ کے دل کے بعد بندوں کے

دلوں کو دیکھا تو ان کے صحابہ کے دلوں کو سب سے بہترین پایا اس لئے انہیں اپنے نبی کے وزراء بنادیا، جو اس کے دین کی خاطر جہاد کرتے تھے۔" [مسند احمد: 3600 حسن]

ان میں خاص بات یہ تھی کہ ان صحابہ میں بڑی تعداد ان بچوں کی بھی تھی جنہوں نے کم عمری میں ہی دین کی خدمت، جذبہ ایمان اور علم و تقویٰ کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ رہتی دنیا تک مسلمان ان کی مثالیں پیش کرتے رہیں گے۔ یہی ننھے اسلاف، ہمارے چھوٹے صحابہ، وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنے والدین اور بڑوں کی صحبت میں رہ کر دین کی خدمت کے عظیم مقام کو پایا۔

آج ہم ان ننھے مجاہدین، ان معصوم ارواح کے بارے میں بات کریں گے جو کم عمری میں ہی ایمان کی طاقت، دین کی سمجھ بوجھ اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے کردار، قربانی اور ایمان کی روشنی کو دیکھ کر دل حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ کیسے وہ کم عمری میں ہی نیکی، عبادت اور اللہ کی خوشنودی کا ایسا اعلیٰ معیار لے کر چلے تھے۔ ان کے دل میں شوق تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جئیں اور اللہ کے دین کی خاطر اپنی جانیں تک نچھاور کر دیں۔

تو آیئے، ان عظیم ننھے اسلاف کی زندگیوں کے کچھ پہلوؤں پر غور کرتے ہیں اور ان سے یہ سیکھتے ہیں کہ کیسے وہ کم عمری میں بھی اپنے کردار کو اتنا مضبوط بنا پائے کہ اللہ نے انہیں آنے والی نسلوں کے لئے مثال بنادیا۔

ہمارے چند ننھے اسلاف

1۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لے کر آئے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیّدنا علی بن ابی طالب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لا چکی تھیں، دیکھا تو دونوں نماز پڑھ رہے تھے، علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛

دِيْنَ اللّٰهِ اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، وَ بَعَثَ بِهٖ رُسُلَهٗ، فَأَدْعُوْكَ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ إِلَى عِبَادَتِهٖ، وَ تَكْفُرُ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى

”یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لیے پسند کیا اور اسی کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا ہے، میں تمہیں بھی اللہ واحد اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لات اور عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کر دو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ بات ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں سنا اور جب تک میں ابو طالب سے ذکر نہ کر لوں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا تھی کہ جب تک اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز نہ ہو یہ راز فاش نہ ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا؛

يَا عَلِيُّ إِذَا لَمْ تُسْلِمْ فَاكْتُمْ

”اے علی! اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو اس کو ابھی پوشیدہ رکھنا۔“

علی رضی اللہ عنہ اس رات خاموش رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ نے مجھے کل کیا دعوت دی تھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَتَكْفُرُ بِاللَّاتِ وَ الْعُزّٰى وَتَبَرَّأُ مِنَ الْأَنْدَادِ

”اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کر دو، اور کسی کو اس کا شریک ٹھہرانے سے براءت کا اظہار کرو۔“

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا، پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابوطالب سے چھپ چھپا کر آیا کرتے اور اپنے اسلام کو ان پر ظاہر نہ کرتے۔[البدایۃ والنہایۃ: 4/61]

2۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بچپن بہت ہی منفرد اور اہم تھا، کیونکہ آپ کا تعلق ایسے خاندان سے تھا جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے، بلکہ علم و حکمت کے حوالے سے بھی ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی کا آغاز ایک ایسے دور میں ہوا جب عرب میں جاہلیت کا اثر تھا، لیکن آپ کی پرورش ایسی تھی کہ آپ نے بچپن ہی سے علم و معرفت کا گہرا تعلق قائم کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور آپ کا تعلق قریش کے معروف خاندان "بنی ہاشم" سے تھا۔ آپ کے والد حضرت عباس بن عبد المطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔

ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَضَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَهُورًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَضَعَهُ؟، قِيلَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِي، وَقَالَ: اللَّهُمَّ، فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ"

میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کس نے رکھا ہے؟ "کسی نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو قرآن و حدیث کی تاویل و تفسیر سکھادے۔ "[معجم صغیر للطبرانی: 80، صحیح بخاری: 143]

آقائے رحمت ﷺ کی اس دعا کا کتنا اثر ہوا۔۔؟ صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود کہا کرتے تھے:

سَلُونِي عَنِ التَّفْسِيرِ فَإِنِّي حَفِظْتُ الْقُرْآنَ وَأَنَا صَغِير

"مجھ سے قرآن کی تفسیر کے بارے میں سوال کرو کیونکہ میں نے بچپن میں قرآن یاد کر لیا تھا۔"[فتح الباری]

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے بوڑھے بدری صحابہ کے ساتھ مجلس میں بٹھاتے تھے۔ بعض کو اس پر اعتراض ہوا، انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اسے آپ مجلس میں ہمارے ساتھ بٹھاتے ہیں، اس کے جیسے تو ہمارے بھی بچے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے۔ پھر انہوں نے ایک دن ابن عباس کو بلایا اور انہیں بوڑھے بدری صحابہ کے ساتھ بٹھایا (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ) میں سمجھ گیا کہ آپ نے مجھے انہیں دکھانے کے لئے بلایا ہے، پھر ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اذا جاء نصر اللہ الخ یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جب ہمیں مدد اور فتح حاصل ہوئی تو اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کا ہمیں آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ کچھ لوگ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کی:

هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ لَهُ قَالَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا

"اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہی چیز بتائی ہے اور فرمایا کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی "یعنی پھر یہ آپ

کی وفات کی علامت ہے "اس لئے آپ اپنے پروردگار کی پاکی و تعریف بیان کیجئے اور اس سے بخشش مانگا کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عمر ﷺ نے اس پر کہا:

مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ

"میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم نے کہا۔"[صحیح بخاری:4970]

3۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعثت نبوی کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں بچپن میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔ ان کے والد محترم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے اور لوگ ان کو مارنے کے لیے ان کے گھر کے پاس جمع ہوئے تو اس وقت عبد اللہ بن عمر چھت پر موجود تھے۔[صحیح بخاری:3865]

قبول اسلام کے وقت ان کی عمر تقریباً 5 سال تھی، پھر اپنے والد محترم سے پہلے انہوں نے ہجرت کی اور مدینہ تشریف لے آئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بچپن سے ہی بڑے عبادت گزار اور نیک تھے۔ آج کل کے لڑکوں کی طرح وہ کھیل کود، فضول سرگرمیوں اور آوارہ گردی میں اپنا وقت نہیں گزارا کرتے تھے۔ بلکہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں جب کنوارہ نوجوان تھا تو مسجد میں رہا کرتا تھا۔[صحیح بخاری:440]

ان کی خوش بختی اور نیکو کاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ کے خلیل، ہمارے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"عبد اللہ بہت اچھا آدمی ہے۔ اگر رات کا قیام بھی شروع کر دے تو بہت ہی اچھا ہو۔" جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کی اس تعریف کا پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے قیام اللیل کی ترغیب دی ہے تو پھر راتوں کو سونا چھوڑ دیا۔ بہت کم سوتے تھے۔[صحیح بخاری:1121]

اسی طرح ایک مرتبہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ گویا ان کے پاس ریشم کا ایک قالین ہے اور وہ اس پر بیٹھ کر جنت میں جس طرف بھی جانا چاہتے ہیں، وہ قالین انہیں وہاں لے جاتا ہے۔ انہوں نے یہ خواب اپنی بہن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، سے بیان کیا تو انہوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سن کر فرمایا:

"تمہارا بھائی عبد اللہ نیک آدمی ہے۔" [صحیح بخاری: 7015]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جذبہ جہاد سے بھی سرشار تھے، ان کے جذبہ جہاد کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب اسلام اور کفر کے درمیان پہلا معرکہ ہوا جسے غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس میں شرکت کے لیے تیرہ سالہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوٹا سمجھ کر واپس کر دیا۔ [اسد الغابۃ از ابن اثیر رحمہ اللہ]

لیکن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس سے مایوس نہیں ہوئے اور جذبہ جہاد کو سرد نہیں کیا۔ بلکہ اگلے سال جب غزوہ احد ہوا تو اس موقع پر پھر چودہ سالہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن اس دفعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا اور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس ہو لیے۔ [صحیح بخاری: 4097]

غزوہ خندق جسے غزوہ احزاب کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، میں شرکت کے لیے پھر پندرہ سالہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اجازت دے دیتے ہیں۔ [صحیح بخاری: 4097]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف عبادت گزار، زاہد اور مجاہد ہی نہیں تھے بلکہ بہت ذہین اور فطین بھی تھے۔ اس کا اندازہ ان کے بچپن کے اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو صحیح بخاری میں تقریباً دس مقامات پر ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیشان میں صحابہ کرام جمع تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں۔ یکایک نبی مکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کی آزمائش کے لیے ان سے ایک سوال پوچھا۔ سوال یہ تھا کہ بتاؤ وہ کون سا درخت جو مسلمان اور مؤمن جیسا ہے کہ اس کی برکتیں مسلمان کی برکتوں جیسی ہیں، اس کے پتے نہیں گرتے اور سارا سال پھل دیتا ہے۔ صحابہ کرام سوچنے لگے کہ وہ کون سا درخت ہو سکتا ہے؟ کسی نے کچھ سوچا، کسی نے کچھ۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس محفل میں موجود تھا۔ میں ابھی بچہ تھا اور سب سے چھوٹا تھا۔ میرے ذہن میں آگیا کہ ہو نہ ہو، یہ کھجور کا درخت ہی ہے۔ لیکن چونکہ سب مجھ سے بڑے تھے اور پھر میرے والد محترم بھی وہاں تھے، اس لیے میں خاموش رہا۔ میں نے نہ بتایا کہ مجھے معلوم ہے۔ آخر کار جب کسی طرف سے آواز نہ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ بعد میں جب میں نے اپنے والد محترم کو بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھے ہوئے سوال کا جواب معلوم تھا تو والد محترم فرمانے لگے: "پیارے بیٹے! اگر تم اس محفل میں جواب دے دیتے تو میں اتنی خوشی ہوتی کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔ سرخ اونٹ (ہمارے دور کے حساب سے قیمتی گاڑی) بھی مل جاتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس بات سے ہوتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھے ہوئے سوال کا جواب میرے بیٹے نے دیا تھا۔" [صحیح بخاری: 61، 62، 72، 131، 2209، 4698، 5444، 5448، 6122، 6144، سب روایات کو ملا کر خلاصہ اوپر درج کیا گیا ہے۔]

4۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بچپن بہت دلچسپ اور منفرد تھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور آپ مدینہ منورہ کے رہائشی تھے۔ جب آپ کی عمر تقریباً 10 سال تھی، آپ کی والدہ، ام

سلیم، نے آپ کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اپنے بچپن میں نبی ﷺ کی خدمت کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ آپ نے نبی ﷺ کی صحبت میں رہ کر دین کی بہت ساری باتیں سیکھیں اور ان کے ساتھ وقت گزارا۔ آپ کا بچپن نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ گزرا، جس کی وجہ سے آپ کو بہت سے فضائل اور برکات حاصل ہوئیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے نبی ﷺ کی صحبت میں ایک طویل وقت گزارا اور اس دوران آپ کی شخصیت پر ان کی تعلیمات کا گہرا اثر پڑا۔ نبی ﷺ کی صحبت میں کیسے پہنچے۔۔اس حوالے سے تین روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرٍ وَمَاتَ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ وَكُنَّ أُمَّهَاتِي يَحُثُّنَنِي عَلَى خِدْمَتِهِ

نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو میں دس برس کا تھا۔ اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو میں بیس سال کا تھا۔میری مائیں (والدہ، خالائیں، پھوپھیاں) مسلسل مجھے آپ ﷺ لم کی خدمت کرنے کا شوق دلایا کرتی تھیں۔[صحیح مسلم:5290]

2۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جَاءَتْ بِي أُمِّي أُمُّ أَنَسٍ إِلَى رَسُولِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَزَّرَتْنِي بِنِصْفِ خِمَارِهَا، وَرَدَّتْنِي بِنِصْفِهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللہِ، هَذَا أُنَيْسٌ ابْنِي، أَتَيْتُكَ بِهِ يَخْدُمُكَ فَادْعُ اللہَ لَهُ، فَقَالَ: «اللهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ» قَالَ أَنَسٌ: فَوَاللہِ إِنَّ مَالِي لَكَثِيرٌ، وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلَى نَحْوِ الْمِائَةِ، الْيَوْمَ

میری والدہ ام انس رضی اللہ عنہا مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں ،انھوں نے اپنی آدھی اوڑھنی سے میری کمر پر چادر باندھ دی تھی اور اوڑھنی میرے شانوں پر ڈال دی

تھی۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ ! یہ انیس (انس کی تصغیر) ہے میرا بیٹا ہے، میں اسے آپ کے پاس لائی ہوں تاکہ یہ آپ کی خدمت کرے، آپ اس کے لیے اللہ سے دعا کریں تو آپ نے فرمایا: "اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد کی گنتی سو کے لگ بھگ ہے۔

3۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ قَالَ أَعِيدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنْ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي خُوَيْصَّةً قَالَ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَعِشْرُونَ وَمِائَةٌ

نبی کریم ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا نامی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی اس کے برتن میں رکھ دو کیوں کہ میں تو روزے سے ہوں، پھر آپ نے گھر کے ایک کنارے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لیے دعا کی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک بچہ لاڈلا بھی تو ہے (اس کے لیے بھی تو دعا فرما دیجئے) فرمایا کون ہے انہوں نے کہا آپ کا خادم انس (رضی اللہ عنہ) پھر آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہ چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا اے اللہ! اسے مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکت عطا کر۔

(انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ) چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔[صحیح بخاری:1982]

5۔ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جاہلیت میں ہمارا قیام ایک چشمہ پر تھا جہاں عام راستہ تھا۔ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تو ہم ان سے پوچھتے 'لوگوں کا کیا خیال ہے' اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ (یہ اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا تھا) لوگ بتاتے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ ان پر وحی نازل کرتا ہے' یا اللہ نے ان پر وحی نازل کی ہے (وہ قرآن کی کوئی آیت سناتے) میں وہ فوراً یاد کر لیتا' ان کی باتیں میرے دل کو لگتی تھیں۔ ادھر سارے عرب والے فتح مکہ پر اپنے اسلام کو موقوف کئے ہوئے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس نبی کو اور اس کی قوم (قریش) کو نمٹنے دو' اگر وہ ان پر غالب آ گئے تو پھر واقعی وہ سچے نبی ہیں۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام لانے میں پہل کی اور میرے والد نے بھی میری قوم کے اسلام میں جلدی کی۔ پھر جب (مدینہ) سے واپس آئے تو کہا کہ میں خدا کی قسم ایک سچے نبی کے پاس سے آرہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ فلاں نماز اس طرح فلاں وقت پڑھا کرو اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان دے اور امامت وہ کرے جسے قرآن سب سے زیادہ یاد ہو۔ لوگوں نے اندازہ کیا کہ کسے قرآن سب سے زیادہ یاد ہے تو کوئی شخص ان کے قبیلے میں مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا انہیں نہیں ملا۔ کیونکہ میں آنے جانے والے سواروں سے سن کر قرآن مجید یاد کر لیا کرتا تھا۔ اس لیے مجھے لوگوں نے امام بنایا۔ حالانکہ اس وقت میری عمر چھ یا سات سال کی تھی اور میرے پاس ایک ہی چادر تھی' جب میں سجدہ کرتا تو اوپر ہو جاتی (اور پیچھے کی جگہ) کھل جاتی۔ اس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا' تم

اپنے قاری کا چوتڑ تو پہلے چھپادو۔ آخر انہوں نے کپڑا خریدا اور میرے لیے ایک قمیص بنائی، میں جتنا خوش اس قمیص سے ہوا اتنا کسی اور چیز سے نہیں ہوا تھا۔[بخاری:4302]

6۔ سیدنا معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما:

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بدر کی لڑائی میں، میں صف کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جو دائیں بائیں جانب دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دو نو عمر لڑکے تھے۔ میں نے آرزو کی کاش! میں ان سے زبردست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔

فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟

ایک نے میری طرف اشارہ کیا، اور پوچھا چچا! آپ ابوجہل کو بھی پہچانتے ہیں؟

میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑکے نے جواب دیا

أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَئِنْ رَأَيْتُهُ لاَ يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الأَعْجَلُ مِنَّا

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہو گا، مر نہ جائے۔“

مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے نے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آنحضرت ﷺ نے پوچھا:

«أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟»، قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ: «هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟»، قَالاَ: لاَ، فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ، فَقَالَ: «كِلاَكُمَا قَتَلَهُ، سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ»، وَكَانَا مُعَاذَ ابْنَ عَفْرَاءَ، وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ

"تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے ۔اس لیے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کرلی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا۔" وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموع تھے۔[بخاری:3141]

(بعض روایتوں میں ابوجہل کے قاتل معاذ اور معوذ عفرا کے بیٹے بتلائے گئے ہیں۔ اور ابن مسعود ﷺ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ احتمال ہے کہ یہ لوگ بھی بعد میں شریک قتل ہوگئے ہوں۔)

7۔سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ:

مکہ مکرمہ کے باسی 15 سالہ ابو محذورہ کا اصل نام اوس بن ربیعہ تھا۔ اپنے ساتھیوں کی معیت میں مکہ مکرمہ کے گردونواح میں بکریاں چرانا اس کے روزمرہ کے معمولات میں شامل تھا۔ ایک دن وہ وادی حنین کے قریب جعرانہ کے پہاڑوں میں اپنے دوستوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے اذان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی، وہ ان دل نشین کلمات کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فتح مکرمہ کے بعد حنین کا رخ کیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر آپ جعرانہ میں مقیم تھے۔ ظہر کا وقت ہوا تو سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے اپنی خوبصورت آواز میں اذان دینا شروع کی۔ فضا کو چیرتی ہوئی یہ صدا ابو محذورہ اور اس کے ساتھیوں نے بھی سنی۔ یہ نوجوان خوش مزاج تھے۔ ابو محذورہ نے بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتارنا شروع کردی۔ انھوں نے مذاق ہی مذاق میں اذان کہنا شروع کردی۔

بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر ابو محذورہ نے بھی کہا: اللہ اکبر، بلال رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے کیمپ میں اذان دے رہے تھے۔ ابو محذورہ اپنی بکریوں میں کھڑا ان کلمات کو اسی انداز میں دہراتا جا رہا تھا۔ ابو محذورہ کی آواز بڑی خوبصورت اور صاف تھی۔ خوش قسمتی اس کی راہ دیکھ رہی تھی، ہوا یہ کہ اس کی اذان کی آواز اللہ کے رسول ﷺ تک بھی جا پہنچی۔ جب اس نے اذان ختم کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو حکم دیا: "جس لڑکے نے ابھی ابھی اذان دی ہے، اسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔" وہ وادی کے دوسری طرف گئے اور بکریاں چرانے والے ان لڑکوں کو لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان لڑکوں سے پوچھا: "ابھی ابھی تم میں سے کس نوجوان نے اذان کے کلمات دہرائے تھے؟"

لڑکے خجالت اور حیا کے مارے خاموش رہے۔ اللہ کے رسول کی حکمت اور محبت دیکھیں کہ آپ ﷺ نے انھیں ڈانٹنے کے بجائے ایک سے کہا: "تم اذان سناؤ۔" اس نے اذان دینا شروع کی مگر اس کی آواز اچھی نہ تھی۔ آپ ﷺ نے دوسرے سے کہا: اب تم اذان دو۔"

یہ آواز اس کی بھی نہ تھی جس کی سماعت آپ ﷺ نے فرمائی تھی۔ اب آپ نے تیسرے لڑکے سے فرمایا: "تم اذان دو۔" اس نے اذان دینا شروع کی۔ اس کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔ اس کنیت ابو محذورہ تھی۔ اسی نے پہلے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتاری تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے استفسار فرمایا: "ابھی ابھی تمہی نے اذان دی تھی؟"

ابو محذورہ نے اثبات میں سر ہلایا اور کہنے لگا: جی ہاں! وہ میں ہی تھا۔ ابو محذورہ کے دوسرے ساتھی تو بھاگ گئے، مگر ابو محذورہ کو بیٹھے رہنے کا حکم ہوا۔ یہ ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ کہیں میرے قتل کا حکم جاری نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس نے تو مذاق میں بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتاری تھی مگر رحیم وشفیق اور اعلیٰ اخلاق والے نبی کریم ﷺ نے ابو محذورہ کی طرف اپنے مبارک ہاتھ کو بڑھاتے ہوئے اس کا عمامہ اتارا اور اس کے لیے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیهِ وَاهْدِهِ إِلَی الْإِسْلَامِ

"اے اللہ! اسے برکت عطا فرما اور اسے اسلام کی ہدایت عطا فرما۔"

آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ ابو محذورہ کے سر پر پھیرا اور ایک بار پھر وہی دعا فرمائی: (اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیهِ وَاهْدِهِ إِلَی الْإِسْلَامِ) ادھر ابو محذورہ آپ کے اخلاق، محبت اور دعا سے اتنا متأثر ہوا کہ اسی وقت کہنے لگا: (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّکَ رَسُولُ اللّٰهِ)۔

ابو محذورہ چند ہی منٹوں میں کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کے نورانی راستے کا راہی بن گیا۔ کہاں اس کو یہ خوف اور ڈر تھا کہ کہیں اسے سزا نہ دی جائے کیونکہ اس نے اذان کا مذاق اڑایا تھا۔

قارئین کرام! مگر اللہ کے رسول ﷺ کی بے شمار خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ نے ہر شخص سے وہی کام لیا جس کا وہ اہل تھا، جسے وہ بآسانی انجام دے سکتا تھا۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ حرم مکی میں خوبصورت اذان دینے والے شخص کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ابو محذورہ اس ذمہ داری کو بڑی خوبی سے پورا کر سکتے ہیں تو ان کا انتخاب کر لیا اور ابو محذورہ سے ارشاد فرمایا:

اِذْهَبْ مُؤَذِّنًا فِي أَهْلِ مَکَّةَ، أَنْتَ مُؤَذِّنُ أَهْلِ مَکَّةَ

"جاؤ تم اہل مکہ مکرمہ کے مؤذن ہو۔ تمہیں مکہ والوں کے لیے مؤذن مقرر کیا جاتا ہے۔"

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ شریف میں مؤذن کی ذمہ داری سنبھال لی۔ مکہ مکرمہ کے گورنر سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بطور مؤذن تقرر کے احکامات مل چکے تھے۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اب مؤذنِ حرمِ مکی تھے۔ ان کے لیے یہ فخر اور اعزاز کی بات تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بالوں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا تھا۔ انہوں نے مسرت و شادمانی کے احساس سے سرشار ہو کر یہ ذمہ داری سنبھال لی اور زندگی کے آخری سانس تک مؤذنِ حرمِ مکی رہے۔ کہاں ایک معمولی چرواہا اور کہاں اللہ کے عزت

وحرمت والے گھر میں پانچوں نمازوں کے لیے اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے کا منصب جلیل! یہ شرف وفضیلت ان کی وفات کے بعد نسل در نسل چلتی رہی اور ان کی اولاد تین سو سال تک حرمِ مکی میں مؤذن رہی۔ [الاستیعاب، ص:844-842، والإصابۃ:7/203، و صحیح مسلم، حدیث:379،وسیر أعلام النبلاء:3/117-119۔]

(یہ واقعہ مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ کی کتاب "اخلاق نبوی کے سنہرے واقعات" سے نقل کیا گیا ہے۔)

ہمارے بچے ان جیسے کیسے بن سکتے ہیں۔۔۔؟

ہمارے بچوں کو ننھے اسلاف جیسا بنانے کے لیے چند عملی اقدامات ضروری ہیں جو ان کے ایمان، کردار، اور شخصیت کو بہتر بنانے میں مدد دے سکتے ہیں۔

1۔ دین کی محبت پیدا کریں:

بچوں کے دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت پیدا کریں۔ انہیں روزانہ قرآن پاک کی تلاوت اور نبی کریم ﷺ کی سیرت سنائیں۔ ننھے اسلاف کے واقعات سنائیں تاکہ وہ ان سے متاثر ہوں اور انہیں رول ماڈل بنائیں۔

2۔ عملی نمونہ پیش کریں:

والدین اور اساتذہ خود اپنے عمل سے بچوں کے لیے نمونہ بنیں۔ نماز، اخلاق، اور صبر میں بچوں کے سامنے اپنے عمل کو بہترین بنائیں۔

3۔ دین کی تعلیم دیں:

دینی تعلیم کو بچوں کے لیے دلچسپ اور عملی بنائیں۔ انہیں نبی ﷺ کے فرامین اور قرآن کے احکامات آسان انداز میں سکھائیں۔

4۔ اخلاقی تربیت کریں:

بچوں کو سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا سکھائیں۔ انہیں صبر، شکر، اور انصاف کی اہمیت بتائیں۔

5۔ مقاصد اور ہدف دیں:

بچوں کو دین اور دنیا کے بڑے مقاصد کا شعور دیں۔ ان کی چھوٹی کامیابیوں کو سراہیں اور ان میں قیادت کی صلاحیت پیدا کریں۔ انہیں ان ننھے ہیروز کے خواب دکھائیں جو اپنے ایمان کے لیے جیتے تھے۔

6۔ محفوظ اور مثبت ماحول فراہم کریں:

انٹرنیٹ، دوستوں، اور تفریح کے ذرائع پر نظر رکھیں۔ گھر میں محبت، امن، اور دینی ماحول قائم کریں۔

7۔ عبادت کی عادت ڈالیں:

بچوں کو چھوٹی عمر سے نماز، دعا، اور ذکر کا عادی بنائیں۔ عبادات کو ان کے لیے بوجھ نہیں بلکہ شوق بنائیں۔

❄ ❄ ❄ ❄ ❄

ہمارے خطباتِ جُمعہ اور دروس حاصِل کرنے لیے رابطہ کریں۔

کال / واٹس ایپ

0301-1263168

0306-9230439

0300-8282509